طالب ہاشمی، پروفیسر محمد منور، مولینا طاہر القادری، جسٹس پیر کرم شاہ ازہری کی حقیقت نما آرا کے علاوہ جناب عبدالمتین عارف کا مختصر مقدمہ مجموعہ کی قدر و قیمت کی بدیہی شہادتیں ہیں۔ ان اکابر نے ہمارے کہنے کے لیے تو کوئی بات چھوڑی ہی نہیں ۔ ہم تو صرف آمین ہی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ عابد صاحب کے دو نعتیہ شعر عرض ہیں:

اُس سرزمینِ نور کی اللہ رے عظمتیں اُس سرزمیں کے ذروں میں شمس و قمر ملے
ہے سوا نیزے پہ خورشیدِ بلا چاہتے ہیں سایۂ دیوار ہم

ملاقاتیں از رفیق ڈوگر۔ ناشر: دید شنید پبلیکیشنز، ۱۱۹ استلج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور۔ صفحات ڈیڑھ سو کے قریب۔ کاغذ اور طباعتی معیار بہت اچھا۔ قیمت مجلد -/۷۰ روپے۔

رفیق ڈوگر ان نوجوان ذہین صحافیوں میں سے ہیں جن کی سوچ بیدار اور ادبی و صحافتی نقش نگار میں خیر کے غلبے کی امید رہتی ہے۔ مولینا مودودیؒ سے ان کا ربط محض ایک پیشہ ور صحافی کی حیثیت سے نہ تھا۔ بلکہ محبت کی کرن بھی ان کے دل میں موجود تھی اور ہے۔ اس حقیقت کی گواہی یہ کتاب "ملاقاتیں" دیتی ہے۔ مولینا کے متعلق بہت لوگوں نے مختلف انداز اور سطح کی چیزیں لکھیں۔ ڈوگر صاحب کا مواد اور اسلوب سب سے الگ ہے۔

بڑے لوگوں، خصوصاً دینی مقام رکھنے والوں کے متعلق چھوٹی چھوٹی روزمرہ کی باتوں کی رپورٹنگ اگرچہ مزاہمت دیتی ہے اور اگر طباعت میں ایسی چیزیں لائی جائیں تو بہت بکتی ہیں، مگر ہر چیز کو "مارکیٹ" کے لحاظ سے نہیں لینا چاہیے۔ بعض چھوٹی باتوں کی رپورٹنگ غلط بھی ہو سکتی ہے، آدمی کے فہم مقصد میں کوتاہی بھی ہو سکتی ہے۔ ایک شخص بے تکلفانہ تفریحی انداز میں بہت سی باتیں بطور لطیفہ (میں یہ لفظ اپنے اصل معنوں میں استعمال کر رہا ہوں) کہہ جاتا ہے اور وہ توقع نہیں رکھتا کہ اس کو ریکارڈ کیا جائے گا۔

کیونکہ ریکارڈ کرنے کی صورت میں پورا ماحول اور مقصد ریکارڈ میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کسی اہم "شخصیت" کو بہت زیادہ قریب سے مسلسل جاننے والے چند افراد کے لیے بھی یہ بہت نازک ذمہ داری ہوگی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کرتے ہوئے نادانستہ طور پر ہم ایک شخصیت کی تصویر کھینچ رہے ہوتے ہیں۔ اس تصویر کا اگر کوئی جز بھی خلافِ حقیقت بن جائے تو گویا قرض ادا نہ ہوا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اہم شخصیتوں سے اگر چھوٹی موٹی کوئی بات غیر محتاط قسم کی سرزد بھی ہو جائے تو اس کو آگے نہیں چلانا چاہیے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس شخصیت کی شروع کردہ کوئی تحریک و تنظیم آگے چل رہی ہو۔ مثلاً عام سی مجلس میں ضیاء الحق اور بھٹو کے متعلق مولینا کی سرسری باتیں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کے بیانات کو اصل اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں مجذوب صوفیا کی بہت سی باتوں کو "شطحیات" کہہ کر خارج از بحث کر دیا جاتا رہا ہے۔[1]

---

[1] ایک مثال یہ دیکھیے کہ تصویر کریزی کے عنوان سے جو رپورتاژ ہے اس میں بات کے ایک فریق محمد فاروق صاحب ہیں، دوسری طرف معاملہ مولینا سے ہے۔ پوری بات پڑھ کر سارے معاملے میں کچا پن محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح کراچی کے فلم میکر کا قصہ ایک فلمی ایکٹر کا سامنے آتا ہے۔ ایک سنجیدہ شخصیت ان قصوں کی لپیٹ میں آ کر کسی قدر بدلے ہوئے خدوخال میں دکھائی دیتی ہے۔ مولینا کے شخصیت نگار کو شخصیت کی فوٹوگرافی (بلکہ مصوری) بڑی احتیاط سے کرنی چاہیے۔ اور آس پاس اڑنے والے غبار کو اس کے چہرے کا جزو نہیں بنا دینا چاہیے۔

اسی طرح مولانا کا یہ پرائیویٹ ریمارک کہ "یہ تو کتابیں بیچ کے کھانے والے ہیں" برسرِعام آ کر اچھا نہیں لگتا۔ ص ۷۶ کے وسط سے ۷۷ کے وسط تک کی باتیں اڑتے ہوئے تنکوں کی طرح ہیں۔ ان کا مولینا سے کیا تعلق۔ ص ۸۴ پر اخباری طرز کی سرخی ہے کہ "مولینا ریس کھیلنے کے لیے رقم دیتے رہے" (حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ بٹ صاحب کی گفتگو سے پیدا ہونے والے اس شبہے کے باوجود مولینا سائل کے متعلق اپنے علم کی بنیاد پر مدد دیتے رہے۔

بہت سے اصحاب اس امر کے گواہ ہیں کہ مولینا بطور تفنن کئی باتیں کہہ کر ساتھ فرماتے کہ یہ پولیس کے لیے نہیں ہے۔

میں ڈوگر صاحب کے لیے بہت محبت بھرا احترام رکھتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ سچ ضرور بولنا چاہیے، مگر ضروری نہیں ہوتا کہ ہر سچ کو لازماً بولا جائے۔ مثلاً یہ کہ کسی نے حقو کا ہو تو اُس کے حقو کرنے کا ذکر کرنا کوئی فرض تو نہیں۔ یا چھینک یا جماہی آئی ہو تو اسے ریکارڈ پر لانا کوئی لازم تو نہیں۔

اس معاملے میں میں کسی چیز کی خاص طور پر نشان دہی کرنا مناسب اور ضروری نہیں سمجھتا۔ بات صرف سوچ بچار کی ہے۔ اعتراض بھی مطلوب نہیں۔

ہاں مجھے بعض مقامات کے بارے میں سخت اختلاف ہے کہ جس طرح (ریکارڈ) سامنے آیا ہے، اس طرح ہرگز امرِ واقعہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ملاقاتی کی روایت کے بموجب بشیربٹ صاحب کو مولانا کہتے ہیں:

"تو انہیں (یعنی ٹائلوں کو) اٹھوا کر پیچھے رکھواؤ ناں"— "اندر والے غسل خانے پر بھی چھت ڈلوا دو"— "یہ چھت اُتروا دو"— "ٹائلیں لگوا دو" (ص ۹)، "یہ کیا کر رہے ہو" (ص ۶۶)

دراصل یہ انداز خود رفیق ڈوگر صاحب کا ہے۔ مثلاً وہ اسی موقع پر کہتے ہیں: "صفدر باہر نکل گیا"— "بشیر بٹ اندر آیا"— "چودھری ظہور الٰہی مولینا سے ملنے آیا (ص ۱۸)۔ وہ (حسن ترابی) ہم کا صیغہ استعمال کر رہا تھا" (ص ۶۵)۔ "وہ (ابروہی) انحراف کر رہا ہے" (ص ۷۱) وغیرہ۔

اہل زبان اور دلی یوپی کی تہذیب کے پروردہ خاندانوں کے لوگ (خصوصاً جب کہ وہ صاحب علم و ادب ہوں) دوسروں کو تُو اور تم سے مخاطب نہیں کرتے اور نہ صیغہ واحد غائب میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں کہ "وہ آیا، گیا، اُٹھا، بیٹھا"۔ ہم لوگوں پہ تو دارالاسلام کے زمانے میں مولینا کی تربیت کا اثر یہ پڑا کہ ہم سب کے سب ایک دوسرے کو "فلاں صاحب" کہہ کے پکارتے تھے اور اب تک یہ روایت قائم ہے۔

مولینا نے کسی بہت ہی کم عمر اور نجی و ذاتی ملازم کے لیے تو یہ بے تکلفانہ اندازِ خطاب اختیار کیا کہ "یہ کام کرو، نہ کرو، شہر جاؤ، سودا لاؤ" وغیرہ۔ لیکن جماعت کے ساتھیوں اور

دفتری کارکنوں کو کبھی صیغہ جمع اور لفظ "صاحب" کے استعمال کے بغیر خطاب نہیں کیا۔ "ملاقاتیں" گویا ہمارے رسول کے تجربے کے خلاف پہلی شہادت ہے مگر ہے واحد۔ واحد ہی نہیں اتنی پُرتضاد بھی کہ ایک جگہ صیغہ واحد اور جمع دونوں اکٹھے کر دیے گئے ہیں۔ مولینا کا قول لکھا ہے کہ "پریشان نہ ہوں، لمپ بجھا دو" کیا کھچڑی ہے!

ص ۳۲ پر جناب چراغ دین صاحب کو ترجمان القرآن کا مدیر لکھا گیا ہے، حالانکہ ان کے سر بس انتظامی ذمہ داری رہی۔ ص ۵، پر یہ فقرہ مناسب نہیں کہ "ارکان کی کافی جمعیت دعوت میں مدعو تھی"۔ ہونا چاہیے "خاص جمعیت"۔

لیکن ان چند باتوں کو سامنے رکھنے کا مقصد قارئین یہ نہ سمجھیں کہ "ملاقاتیں" کی قدروقیمت کچھ کم ہے۔ رفیق ڈوگر نہ صرف مخلص صحافی ہیں، بلکہ جو صحافی ادب کے دائرے میں کام کر رہے ہیں، اُن میں سے ایک ہیں۔ رفیق ڈوگر نے خاص طور پر مولینا کی بعض اہم ملاقاتوں کا ذکر کر کے کتنے ہی حقائق کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے ارکان، مولانا ابوالحسن علی، ڈاکٹر حسن ترابی، ڈاکٹر دوالیبی، ڈاکٹر عمر عودہ، محمد قطب، آیت اللہ خمینی کے فرستادگان، امام حرم اور خطیب حرم کی براہ راست مولینا سے ملاقاتوں کی مختصر رپورٹیں رفیق ڈوگر نے بہم پہنچائی ہیں اور ضمناً بہت سی دوسری شخصیتوں کا مولینا کے حوالے سے ذکر ہوا۔ کتاب کا تعلق زیادہ تر مولینا کے آخری دور سے ہے۔

یہ کتاب تذکرہ مودودیؒ کے سلسلے میں اہم اضافہ ہے۔

TOWARDS AN INTEREST-FREE ISLAMIC BANKING SYSTEM — تالیف: وقار مسعود خان، ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

ناشر: دی اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر، بہ اشتراک دی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن فار اسلامک اکنامکس، اسلام آباد۔ مطبوعہ WILTSHIRE صفحات: ۱۲۶۔ قیمت: نامعلوم

نہایت خوبصورت معیار طباعت اور آرٹ کارڈ کے دیدہ زیب سرورق کے ساتھ ایک ایسی علمی کتاب ہمارے سامنے ہے جس کا تعلق عالم اسلام اور تحریکات اسلامی کی عملی حرکات